



برسانا شروع کر دیا۔ ان کے لئے امریکی خزانے کے موبہ کھول دیے گئے۔ الیکشن کے دوران یہ اٹھارہ طاقتور ترین امیدوار سی آئی اے کے کندھوں پر چڑھ کر حکومت میں آنے کے لئے مکمل تیار تھے۔ مگر وزیراعظم مصدق نے بین الاقوامی قوتوں کی یہ خوفناک چال ناکام بنا دی۔ عوام میں جا کر سب کچھ بتا ڈالا۔ یہ بھی بتایا کہ کس طرح سی آئی اے ایرانی انتخابات میں مداخلت کر رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کی طاقت سے یہ اٹھارہ امیدوار پارلیمنٹ کا الیکشن ہار گئے۔ یہ صورت حال امریکی اداروں کو قطعاً قابل قبول نہیں تھی۔ چنانچہ وزیراعظم کو ہٹانے کی سازش تیار کی گئی۔ سب سے پہلے تو رضا شاہ پہلوی اور محمد مصدق کے درمیان اختیارات کی جنگ شروع کروادی گئی۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس قانونی لڑائی میں سی آئی اے اور برطانیہ کے خفیہ اداروں نے منتخب حکومت کی بجائے بادشاہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ مگر بات بن نہیں رہی تھی۔ وجہ صرف یہ کہ محمد مصدق ہرلعزیز وزیراعظم تھا اور لوگ اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ اس صورت حال میں 1952ء میں جوہری تبدیلی آئی۔ امریکہ میں الیکشن کے ذریعے ایزن ہاور صدر منتخب ہو گیا۔ وہ مصدق کو شدید ناپسند کرتا تھا۔ فیصلہ کیا کہ کسی بھی صورت میں ایرانی وزیراعظم کو عہدے سے ہٹا دے گا۔ ایزن ہاور کے حکم کے تحت یہ خفیہ کام Kermit Roosevelt jr کے سپرد کیا گیا۔ تبدیلی کے منصوبہ کا کوٹ operation Ajax رکھا گیا۔ رضا شاہ پہلوی کو وافر تعداد میں امریکی ڈالر مہیا کیے گئے۔ بادشاہ نے یہ سب رشوت کے طور پر ایران کے سیاسی اور غیر سیاسی اکابرین میں دریا دلی سے تقسیم کیا۔ پیسے کے سامنے کون کھڑا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی ہر ایک کی توقع سے بڑھ کر رشوت۔ چنانچہ وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ پارلیمنٹ کے اندر ہی سے وزیراعظم کو امریکی ڈالر کے ذریعے تبدیل کر دیا گیا۔ مصدق جیسے قوم پرست لیڈر کی جگہ سی آئی اے نے اپنا مقامی نمائندہ جنرل فضل اللہ زاہدی کو تخت نشین کر دیا۔ آپ سی آئی اے کا اس معاملہ میں اعتماد تو دیکھیے کہ انکا ڈائریکٹر ”ڈائلنڈ ولبر“ باقاعدہ حکم نامہ جاری کرتا تھا۔ مصدق کو پارلیمنٹ سے نکالنے سے پہلے امریکی سی آئی اے کے افسران ان تمام اہم ایرانی قائدین سے بار بار ملے جو اس آپریشن میں ان کے معاون تھے۔ اس کے بعد وزیراعظم کے عہدے کو قانونی طور پر کمزور کر دیا گیا۔ اختیارات بادشاہ کو منتقل ہو گئے۔ یہ اور بات کہ آہستہ آہستہ شاہ بھی ان کی تابعداری نہ کر سکا اور اسے بھی سی آئی اے کے ذریعے 1979ء میں ہٹا دیا گیا۔ شروع شروع میں امریکہ تردید کرتا تھا کہ اس کا انقلاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر ساٹھ برس بعد جو سرکاری دستاویزات سامنے آئیں اس میں امریکی مداخلت کو تسلیم کیا گیا۔

ایرانی معاملات کا پاکستان کے موجودہ حالات سے موازنہ کریں تو بہت زیادہ مماثلت سامنے نظر آتی ہے۔ یہ مماثلت ہرگز ہرگز اتفاقیہ نہیں ہے۔ مگر ان تمام گزارشات سے پہلے چند اہم باتوں پر نظر دوڑانا از حد ضروری ہے۔ سابقہ وزیراعظم کسی طور پر بھی ایک کامیاب انتظامی انسان نہیں تھے۔ گورننس کا تجربہ نہ ہونے کی بدولت انہوں نے ہر شعبہ میں

حد درجہ غلطیاں کی ہیں۔ نا تجربہ کاری کی بدولت خان صاحب ایسے ادنیٰ فیصلے کر ڈالتے تھے کہ ان کے ہمدرد لوگ اور ادارے سرپیٹ لیتے تھے۔ پنجاب میں عثمان بزدار جیسے نا اہل شخص کو وزیر اعلیٰ بنانا، ان کے لئے پورس کا ہاتھی ثابت ہوا۔ عثمان بزدار کسی صورت میں بھی پنجاب جیسے صوبے کی وزارت اعلیٰ کے اہل نہیں تھے۔ اس کے علاوہ خان صاحب اتحادیوں کو ساتھ ملا کر چلنے کی صلاحیت سے نابلد تھے۔ عجیب سچ ہے کہ انہوں نے اپنے ہر خیر خواہ کو خراب کیا۔ اس کا ٹھٹھا اڑایا۔ نیب اور دیگر اداروں کے ذریعے اس کی پکڑی اچھالی اور پھر اس ادنیٰ کام پر خوشی کے شادیاں بجاے۔ حد درجہ سنجیدہ معاملات کو حل کرنے کے لئے انتہائی غیر سنجیدہ افراد کو سامنے لائے۔ ان کے پرنسپل سیکرٹری پنجاب کی برادریوں اور دھڑوں کی سیاست سے مکمل طور پر نا آشنا تھے۔ انہوں نے پوری زندگی خیبر پختونخواہ سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ علم ہی نہیں تھا کہ پنجاب کے سیاسی اکابرین کی کیسے عزت کرنی ہے۔ خان صاحب کے سٹاف نے اکثر سیاست دانوں کو اپنی بے اعتدالی سے ناراض کر ڈالا۔ ہاں ایک بات اور وہ کرپشن کے خلاف بات کرتے رہے۔ مگر ان کے چند سیاسی ساتھی، ایک ہزار روپیہ بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ چلی سطح پر ان کے قریبی رفقاء نے اس قدر رشوت ستانی کا بازار گرم کیا کہ خلق خدا نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔ کلرک سے لے کر ہر عہدے کے لئے الگ الگ نرخ تھے۔ مگر خان صاحب مکمل خاموش رہے۔ یہ خاموشی ان کی حکومت کو لے ڈوبی۔ اس کے علاوہ غیر منتخب مشیران کو تمام اختیارات سونپ دیے۔ رزاق داؤد جیسے عمر رسیدہ انسان، جو کہ دو منٹ پہلی کی ہوئی بات کو بھول جاتے ہیں۔ انہیں تجارت اور صنعت کا چودھری بنا دیا۔ بالکل اسی طرح شہباز گل کو اتنی اہم جگہ پر لگانا دانشمندی نہیں تھی۔ شہزاد اکبر کو بھول گیا۔ انہوں نے نیب کو ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں پر جھوٹے کیس بنوائے۔ خان صاحب اپنی نا تجربہ کاری کی بدولت گورننس کے اعتبار سے صفر ثابت ہوئے۔ پھر انہوں نے مذہبی کارڈ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اپنی حکومت کے آخر میں امریکی سازش کا اوہیلہ مچا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ امریکی سازش ضرور ہوئی ہو۔ امریکی خزانے کا مونہہ ہمارے اکابرین کے لئے بہر طور کھول دیا گیا تھا۔ امریکی عہدے داران کی ہر اہم سیاست دان سے ملاقات کی کڑی بہر حال ان خبروں کی تصدیق کرتی ہے۔ مگر ناکامی کی بساط خود خان صاحب نے بچھائی تھی۔ وہ اپنی گورننس کا ملبہ کسی اور پر نہیں ڈال سکتے۔

ان تمام تباہ کن غلطیوں کے باوجود خان صاحب آج بھی ملک کے سب سے مقبول سیاسی لیڈر ہیں۔ لوگ ان کے ایک شارے پر والہانہ باہر نکل آتے ہیں۔ وہ ملکی تاریخ کے لازوال جلسے کر رہے ہیں۔ مگر بین الاقوامی قوتوں کے سامنے یہ مقبولیت کسی اہمیت کی حامل نہیں۔ ہمارے جیسے لاغر معاشروں میں بیرونی کٹھ پتلیاں ہمیشہ اقتدار میں رہی ہیں۔ اس معمول سے جو بھی تھوڑا سا انحراف کرے گا۔ اس کا انجام ایران کے ڈاکٹر مصدق کی طرح ہی ہوگا! باقی غیب کا علم صرف خدا جانتا

